S_1996_6_221_230

# عدالت عظمیٰ رپورٹس 1996 ایس یو پی پی 6 ایس سی آر

ریاست راجستھان اور دیگران

بنام

ڈی۔آر۔لیکشمی اور دیگران

12 ستمبر 1996

کے۔راماسوامی، فیزان ادین اور جی۔بی۔پٹنائک، جسٹسز

اراضی کے حصول کا قانون،1894:

دفعہ(1)4-نوٹیفکیشن شائع ہونے پر زمین کی نوعیت کی وضاحت کا تصور نہیں کرتا ہے کہ آیا یہ بنجر ہے یا قابل کاشت زمین ہے۔

دفعہ(4)17 اگرچہ شہری علاقوں میں واقع اراضی، اربن لینڈ سیلنگ ایکٹ شہری مجموعے کے اندر زرعی اراضی کے وجود کو تسلیم کرتا ہے-جب اراضی فصلیں اگانے کے قابل تھی، تو وہ قابل کاشت اراضی بنی رہتی ہے-اس لیے حکومت کی طرف سے دفعہ(4)17 کے تحت اختیارات کا استعمال قانون میں برا نہیں تھا۔

دفعہ(1)4، 6، 16، (2)17 اور 48- محلے میں نوٹیفکیشن کے ذیلی موقف کی اشاعت کی عدم موجودگی-چاہے کارروائی کو کالعدم قرار دیا جائے-منعقد، فریقین کے طرز عمل پر غور کیا جائے۔ قبضہ کرنے کے بعد، اراضی ریاست میں تمام رکاوٹوں سے آزاد تھی-لہذا حکومت میں جائز طور پر موجود ملکیت کو تقسیم نہیں کیا جا سکتا-اس کے علاوہ معاوضے کے تعین کو حتمی شکل دی گئی-اس کے علاوہ معاوضے کے تعین کی تاریخ کو منتقل کرنے کا معاملہ بھی نہیں تھا۔عدالت کو نوٹیفکیشن کو کالعدم قرار دینے سے نفرت ہونی چاہیے۔

بھارت کا آئین 1950:

آرٹیکل 226-غیر معمولی دائرہ اختیار-صوابدیدی اختیارات-استعمال-تمام متعلقہ عوامل جن پر عملی طور پر غور کیا جانا چاہیے-اراضی کے حصول کی کارروائی کا ایوارڈ منظور ہو گیا ہے اور یہ حتمی زمین بھی حکومت کے پاس ہے-بے حد تاخیر کے بعد رٹ پٹیشن دائر کرنا-ایسے حالات میں عدالت کو نوٹیفکیشن کو کالعدم کرنے سے غیر رضامند ہونا چاہیے۔

اس کے بعد ایشور لال گردھری لال جوشی بنام ریاست گجرات، (1968) 2 ایس سی آر 267

آیا۔

سنجیونگر میڈیکل اینڈ ہیلتھ ایمپلائز کوآپریٹو سوسائٹی بنام محمد عبدالوہاب اور دیگر، (1996) 3 ایس سی سی 600؛ ستندر پرساد جین بنام ریاست یوپی، (1993) 4 ایس سی سی 369 اور میونسپل کارپوریشن آف گریٹر بمبئی بنام انڈسٹریل ڈیولپمنٹ اینڈ انویسٹمنٹ کمپنی۔ (پی) لمیٹڈ، سی۔اے۔ نمبر 282 آف 1989 نے 6.9.96 پر فیصلہ کیا، اس پر انحصار کیا۔

نٹا کی شیشا رتنم بنام سب کلکٹر، ایل اے وجے واڑہ، (1992) 1 ایس سی سی 114، سے اختلاف کیا۔

اجین وکاس پردھیکرن بنام راج کمار جوہری اور دیگر، (1992) 1 ایس سی سی 328، ممتاز۔

راجہ آنند برہما شاہ بنام ریاست اتر پردیش اور دیگر، اے آئی آر (1967) ایس سی 1081 اور ایم پی ہاؤسنگ بورڈ بنام محمد شفیع اور دیگر، (1992) 2 ایس سی سی 168 کا حوالہ دیا گیا ہے۔

"انتظامی قانون" بذریعہ ایچ ڈبلیو آر ویڈ (7 واں ایڈیشن) صفحات 342-43 کا حوالہ دیا گیا ہے۔

دیوانی اپیلٹ کا دائرہ اختیار: 1993 کی دیوانی اپیل نمبر 2411۔

1978 کے D.B.C.W.P نمبر 602 میں راجستھان عدالت عالیہ کے کے فیصلے اور حکم سے۔

ارونیشور گپتا اپیل گزاروں کے لیے۔

جواب دہندہ کی طرف سے راجندر سچار، ایچ۔کے۔پوری، اجوال بنرجی اور راجیش سریواستو۔

محترمہ سشما سوری کے لیے محترمہ نرنجنا سنگھ، جواب دہندہ نمبر 6-5 کے لیے۔

عدالت کا مندرجہ ذیل حکم دیا گیا:

خصوصی اجازت کے ذریعے یہ اپیل راجستھان عدالت عالیہ کے ڈویژن بنچ کے فیصلے سے پیدا ہوتی ہے جو 2 ستمبر 1985 کو ڈبلیو پی نمبر 602/78 میں دیا گیا تھا۔ تسلیم شدہ حقائق یہ ہیں کہ لینڈ ایکوزیشن ایکٹ، 1894 (1 آف 1894) (مختصر طور پر، 'ایکٹ') کی دفعہ (1) 4 کے تحت نوٹیفکیشن 23 مارچ 1977 کو ریاستی گزٹ میں شائع کیا گیا تھا جس میں دفاعی مقصد کے لیے ایکڑ اراضی حاصل کی گئی تھی۔ قانون کی دفعہ (4) 17 کے تحت اختیارات کا استعمال کرتے ہوئے دفعہ 5-اے کے تحت تحقیقات کو ختم کر دیا گیا اور دفعہ 6 کے تحت اعلامیہ 28 اپریل 1976 کو شائع کیا گیا۔ قبضہ 19 مئی 1977 کو لیا

گیا۔ یہ ایوارڈ دفعہ 11 کے تحت 21 مارچ 1978 کو منظور کیا گیا تھا۔ دفعہ 18 کے تحت حوالہ مانگا گیا اور مارچ 1978 میں معاوضے میں اضافے کے لیے سول عدالت میں پیش کیا گیا۔ ستمبر 1978 میں مدعا علیہ نے عدالت عالیہ میں رٹ پٹیشن دائر کی جس میں دفعہ (1) 4 کے تحت نوٹیفکیشن اور دفعہ 6 کے تحت اعلامیے کو کالعدم قرار دینے کی درخواست کی گئی۔ فاضل واحد جج نے معاملہ ڈویژن بنچ کو بھیج دیا۔ ڈویژن بنچ نے فیصلہ دیا ہے کہ حاصل شدہ زمین قابل کاشت یا بنجر زمین نہیں ہے اور اس لیے ایکٹ کی دفعہ (4)17 کے تحت اختیارات کا استعمال قانون کے مطابق غلط ہے۔ دفعہ (1)4 کے تحت نوٹیفکیشن کا مواد علاقے میں شائع نہیں کیا گیا تھا۔ دفعہ (1)4 کے تحت نوٹیفکیشن میں یہ ذکر نہیں کیا گیا کہ یہ ایک بنجر یا قابل کاشت زمین تھی۔ ان بنیادوں پر ججوں نے نوٹیفکیشن کو کالعدم قرار دے دیا ہے۔ اس طرح، خصوصی اجازت کے ذریعے یہ اپیل۔

اپیل گزاروں کے وکیل شری ارونیشور گپتا نے دلیل دی ہے کہ عدالت عالیہ کا نظریہ واضح طور پر غلط ہے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ دفعہ (1)4 کے تحت نوٹیفکیشن میں یہ اعلان ہونا چاہیے کہ مطلوبہ زمین بنجر یا قابل کاشت زمین ہے۔ یہ نتیجہ کہ یہ نہ تو برباد ہے اور نہ ہی قابل کاشت زمین ہے اس وقت تک درست نہیں ہے جب تک کہ زمین کاشت کرنے کے قابل ہو۔ اگر کاشتکاری نہ کی جاتی تو یہ اب بھی قابل کاشت زمین ہوتی۔ لہذا یہ نظریہ درست نہیں ہے کہ یہ نہ تو برباد ہے اور نہ ہی قابل کاشت زمین ہے۔ یہ قبول کرنا مشکل ہے کہ پوری چھ ایکڑ زمین جس پر اب مدعا علیہان کا دعوی ہے کمپاؤنڈ وال کے اندر تھی جیسا کہ عدالت عالیہ نے پایا ہے۔ یہ نظریہ کہ نوٹیفکیشن کا مواد علاقے میں شائع نہیں کیا گیا تھا، حقائق یا قانونی اصولوں پر مزید بحث کے بغیر قانون میں درست نہیں تھا۔ یہاں تک کہ اس نتیجے کی ریکارڈ پر موجود کسی بھی مواد سے اچھی طرح سے تائید نہیں کی جا سکتی؛ قانون میں عدالت عالیہ آئین کے آرٹیکل 226 کے تحت مداخلت کرنے میں غلط تھی۔ جواب دہندگان کے فاضل وکیل جناب راجندر سچار نے دلیل دی کہ چونکہ دفعہ (1) 4 کے تحت نوٹیفکیشن کا مواد شائع نہیں تھا جو کہ لازمی ہے، اس لیے دفعہ (1)4 کے تحت نوٹیفکیشن اور دفعہ 6 کے تحت اعلان کو ایوارڈ دیے جانے یا قبضہ کیے جانے کے بعد بھی کسی بھی وقت چیلنج کیا جا سکتا ہے۔ چونکہ دفعہ (1)4 کے تحت نوٹیفکیشن کی اشاعت حصول کے لیے مزید اقدامات کرنے کی بنیاد ہے، اس لیے ایکٹ کے تحت مطلوبہ طریقہ کار پر عمل کیا جانا چاہیے۔ دفعہ (1)4 کے تحت نوٹیفکیشن کا مواد علاقے میں شائع نہیں کیا گیا تھا۔ اس لیے بعد میں ہونے والی تمام کارروائیاں کالعدم قرار دے دی گئی ہیں۔ لہذا، عدالت ایک مناسب معاملے میں اعلامیے کی منظوری دے گی جس میں ایوارڈ کو کالعدم قرار دینا اور مستقبل کے اقدامات شامل ہیں۔ انہوں نے یہ بھی دعوی کیا کہ یہ قبول کرنا مشکل ہوگا کہ یہ زمینیں قابل کاشت ہیں، اگر زمین ضائع نہیں

ہوتی ہیں۔ یہ نتیجہ کہ زمین قابل کاشت زمین ہے، ریکارڈ پر موجود مواد پر غور کرنے پر مبنی ہے۔ اس لیے یہ قابل کاشت زمین نہیں ہے۔ مزید یہ دعوی کیا جاتا ہے کہ مدعا علیہ نے عدالت عالیہ میں کہا تھا کہ وہ معاوضے کو قبول کرنے کے لیے تیار ہے بشرطیکہ دفعہ 4(1) کے تحت نوٹیفکیشن کی تاریخ چار یا پانچ سال بعد 23 مارچ 1977 کو شائع ہونے والی دفعہ 4(1) کے تحت نوٹیفکیشن کی اصل تاریخ پر منتقل کر دی گئی ہو۔ وہ اسی پیشکش پر قائم رہے گا اور اس لیے یہ مداخلت کرنے والا معاملہ نہیں ہے۔

اس لیے سوالات یہ ہیں: (1) کیا دفعہ 4(1) کے تحت نوٹیفکیشن میں یہ اعلان ہونا چاہیے کہ زمینیں بنجر یا قابل کاشت اراضی ہیں؛ (2) کیا دفعہ 17(4) کے تحت اختیارات کا استعمال اس نتیجے سے خراب ہوا کہ زمینیں شہری علاقے میں کاشتکاری کے قابل نہیں تھیں؛ (3) کیا دفعہ 4(1) کے تحت شائع کردہ نوٹیفکیشن کا مواد علاقے میں شائع نہیں کیا گیا تھا؛ اگر اس کی تعمیل نہیں کی گئی تھی، جب حصول حصول کی پوری کارروائی حتمی ہو گئی تھی، کیا عدالت عالیہ آرٹیکل 226 کے تحت اختیارات کا استعمال کرنے میں جائز تھی؟ اوپر بیان کردہ تمام حقائق کو دوبارہ بیان کرنا ضروری نہیں ہے۔ یہ بیان کرنا کافی ہے کہ سول عدالت کو حوالہ دیے جانے کے بعد، اس نے دفعہ 26 کے تحت ایک ایوارڈ منظور کیا جسے ریاست نے بڑھتے ہوئے معاوضے کے خلاف دفعہ 54 کے تحت اپیل دائر کر کے چیلنج کیا تھا۔ اس طرح، جواب دہندگان نے ایوارڈ قبول کر لیا تھا۔ ریاست نے معاوضے میں اضافے سے ناراضگی محسوس کرتے ہوئے عدالت عالیہ میں اپیل دائر کی۔ عدالت عالیہ نے 5 مئی 1982 اور 23 ستمبر 1982 کے فیصلوں کے ذریعے ان اپیلوں کو مسترد کر دیا جو حتمی ہو گئیں۔ اس طرح حصول کی کارروائی حتمی ہو گئی۔

اس لیے سوال جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے: کیا عدالت عالیہ ان معاملات میں مداخلت کرنا جائز ہے؟ ایکٹ کے دفعہ 4(1) میں زمین کی نوعیت کی وضاحت کرنے کی ضرورت نہیں ہے، یعنی یہ قابل کاشت ہے یا بنجر زمین۔ دفعہ 4(1) کے تحت نوٹیفکیشن کی اشاعت کا مقصد یہ تھا کہ (1) زمین عوامی مقصد کے لیے درکار ہے یا اس کی ضرورت ہونے کا امکان ہے؛ (2) ریاست کے افسران زمین پر داخل ہونے اور پیمائش وغیرہ کرنے کے مجاز ہیں۔; اور (3) مالک/ دلچسپی رکھنے والے شخص کو مطلع کیا گیا کہ اس کے بعد کوئی بھی بوجھ ریاست کو پابند نہیں کرے گا۔ لہذا، دفعہ 4(1) میں زمین کی نوعیت کی وضاحت کا تصور نہیں کیا گیا ہے، یعنی چاہے وہ بنجر ہو یا قابل کاشت زمین، جب اسے شائع کیا گیا تھا۔ لہذا، عدالت عالیہ کا یہ نظریہ کہ دفعہ 4(1) کے تحت نوٹیفکیشن میں زمین کی نوعیت کا اعلان ہونا چاہیے، واضح طور پر غلط ہے۔

دوسرا سوال کہ زمین فضول ہے یا قابل کاشت، حقائق اور قانون کا مخلوط سوال ہے۔ یہ ہر معاملے کے

حقائق پر منحصر ہے۔اس معاملے میں، یہ دیکھا گیا ہے کہ ان کی اپنی نمائش پر، جواب دہندگان کی 16 ایکڑ کی حد تک زمین کو دیگر وسیع حد تک زمین کے ساتھ حاصل کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ یہ کھلی زمین کے ساتھ ساتھ عمارت اور نوکروں کوارٹرز پر مشتمل ہے۔اراضی کے حصول کے افسر کا ایوارڈ ہمارے سامنے رکھا گیا ہے۔ یہ عمارت عوامی مقصد کے لیے حاصل نہیں کی گئی تھی بلکہ صرف نوکروں کوارٹرز حاصل کیے گئے تھے۔اس پس منظر سے سوال پیدا ہوتا ہے: کیا زمین قابل کاشت ہے؟ اس سوال پر تین ججوں کی بنچ نے ایشور لال گردھری لال جوشی بمقابلہ ریاست گجرات، (1968) 2 ایس سی آر 267 میں غور کیا۔ ہائی عدالت عالیان کے مختلف فیصلوں اور لغت کے معنی "قابل کاشت" پر تفصیلی غور وفکر کے بعد، اس عدالت نے اس طرح انحصار کیا ہے:

"اصل اراضی کے حصول کے قانون میں 'قابل کاشت' لفظ کی کوئی تعریف نہیں ہے۔ایک مقامی ترمیم میں بیان محاورہ میں باغ کی اراضی شامل ہے۔اب زمینیں مختلف قسم کی ہیں: یہاں بنجر زمین، صحرا کی زمین، چراگاہ کی زمین، گھاس کی زمین، لکڑی کی زمین، دلدلی زمین، پہاڑی زمین وغیرہ اور قابل کاشت زمین ہے۔آکسفورڈ ڈکشنری معنی یا 'قابل کاشت' دیتا ہے جو جوتی کے قابل ہے؛ جوتی کے لیے موزوں ہے؛ چراگاہ کی زمین یا لکڑی کی زمین کے برخلاف اور جڑ دیتا ہے کیونکہ قابل کاشت لاطینی میں ہے۔قابل ججوں نے بدقسمتی سے زمین کی اقسام اور معنی کے ساتھ مذکور تضاد پر کافی توجہ نہیں دی ہے۔فضلہ کی زمین لاطینی لفظ واستیتاس یا واستس (خالی، ویران، بغیر درختوں یا گھاس یا عمارتوں کے) سے آتی ہے۔انکلٹس (غیر کاشت شدہ) کے اندر واستس کا موازنہ کرنا ہمیشہ معمول تھا جیسا کہ 'برباد کرنا' (ایگری واستے) کے جملے میں ہوتا ہے۔گھاس کا میدان یا چراگاہ کی زمین پراٹم ہے اور قابل کاشت اراوم ہے اور سیسرو پراٹا ایٹ اروا (گھاس کا میدان اور قابل کاشت زمین) کے بارے میں بات کرتا ہے۔گھاس کی زمین گھاس کا میدان یا چراگاہ نہیں ہے اور لاطینی میں کیمپس کے نام سے جانا جاتا ہے مثال کے طور پر روم میں مشہور کیمپس مارٹیئس، جہاں کومیٹیا (رومن لوگوں کی اسمبلی) ملتی تھی۔ووڈ لینڈز سلوا، نیمورایا سالٹس ہیں۔"

اس پر راجہ آنند برہما شاہ بنام ریاست اتر پردیش اور دیگر، اے آئی آر 1967 ایس سی 1081 میں آئینی بنچ نے بھی غور کیا تھا۔اس صورت میں، حاصل شدہ اراضی کان کنی کے مقصد کے لیے معدنی اراضی تھی۔اس لیے سوال پیدا ہوا: کیا وہ قابل کاشت زمینیں تھیں؟ اس کیس کے حقائق پر آئینی بنچ اس نتیجے پر پہنچا کہ چونکہ وہ قابل کاشت اراضی نہیں تھیں، اس لیے دفعہ (4) 17 کے تحت اختیارات کا استعمال قانون میں جائز نہیں تھا۔اس حقیقت کے پیش نظر کہ ایکٹ نے خود اس بات پر غور کیا ہے کہ زمین کو کب قابل کاشت زمین سمجھا جا سکتا ہے، جیسا کہ اس عدالت نے وضاحت کی ہے، ایشور لال کے معاملے میں جو تشریح کی گئی

ہے وہ درست تناظر میں ہے۔عدالت کو اس روشنی میں سوال پر غور کرنے کا اختیار حاصل ہے۔اس سوال پر غور کرتے ہوئے کہ آیا زمین قابل کاشت ہے یا فضول، لغت کا مطلب عدالت کو مسئلہ حل کرنے میں مدد نہیں کرتا ہے۔ ہر معاملے میں حقائق پر سوال پر غور کرنے کے لیے عملی نقطہ نظر اپنانے کی ضرورت ہے۔اگرچہ اس معاملے میں اراضی شہری علاقے میں واقع تھی، لیکن اربن لینڈ سیلنگ ایکٹ خود شہری مجموعے کے اندر زرعی اراضی کے وجود کو تسلیم کرتا ہے اور اسی کے مطابق ان سے نمٹا جاتا ہے۔جب زمینیں فصلیں اگانے کے قابل تھیں، تو وہ قابل کاشت زمین بنی رہیں۔لہذا، حکومت کی طرف سے دفعہ (4) 17 کے تحت اختیارات کا استعمال قانون کے لحاظ سے برا نہیں تھا۔حقائق کے مطابق، یہ ایک قابل کاشت زمین ہے جو کاشت کرنے کے قابل ہے۔یہ دیکھا گیا ہے کہ یہ ایک چھوٹا سا علاقہ ہے جو ایک بڑے علاقے کے حصے کے طور پر نوکروں کوارٹر پر مشتمل ہے، جس میں مدعا علیہ کی زمین کے چھ علاقے بھی شامل ہیں، یہ نہیں کہا جاسکتا کہ باقی زمین عمارتوں کے قبضے میں ہے یا احاطہ کے اندر ہے حالانکہ یہ شہری علاقے میں واقع ہے۔اس لیے عدالت عالیہ کا نظریہ واضح طور پر غلط تھا۔

سوال یہ ہے کہ: کیا علاقے میں نوٹیفکیشن کے مواد کی اشاعت کی عدم موجودگی پوری کارروائی کو کالعدم قرار دیتی ہے؟ ہمیں اس سوال پر تفصیل سے بات کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ آیا دفعہ (1) 4 نوٹیفکیشن کے مواد کی مقامی اشاعت لازمی ہے یا دستورالعمل۔چونکہ اس عدالت نے مستقل طور پر یہ نظریہ اختیار کیا ہے کہ گزٹ میں دفعہ (1) 4 کے تحت نوٹیفکیشن کی اشاعت کے تقاضے کی تعمیل کے ساتھ ساتھ اخبار میں ترمیم شدہ ایکٹ کے تحت علاقے میں نوٹیفکیشن کے مواد کی اشاعت لازمی ہے۔چونکہ حقائق تنازعہ میں نہیں ہیں، جیسا کہ عدالت عالیہ کے فیصلے میں ذکر کیا گیا ہے، نوٹیفکیشن کا مواد علاقے میں شائع نہیں کیا گیا تھا۔ہم اس بنیاد پر آگے بڑھتے ہیں کہ دوسرا قدم، یعنی علاقے میں نوٹیفکیشن کے مواد کی اشاعت نہیں کی گئی تھی۔پھر سوال یہ ہے کہ کیا دفعہ (1) 4 کے نوٹیفکیشن اور دفعہ 6 کے اعلامیے کو منسوخ کرنے کی ضرورت ہے؟ اس سلسلے میں ہمیں فریقین کے طرز عمل اور اس کے اثرات پر غور کرنا ہوگا۔ایکٹ کی اسکیم کے تحت، دفعہ (2) 17 یا دفعہ 16 کے تحت زمین پر قبضہ کرنے کے بعد، زمین ریاست میں تمام رکاوٹوں سے پاک ہے۔اس کے بعد، ایکٹ کے تحت اس لقب کو الگ کرنے کا کوئی التزام نہیں ہے جو جائز طور پر ریاست میں تھا۔قبضہ کرنے سے پہلے دفعہ (1) 48 کے تحت ریاستی حکومت کو گزٹ میں اس کی اشاعت کے ذریعے حصول سے دستبردار ہونے کا اختیار حاصل ہے۔اس سلسلے میں، اس عدالت تین ججوں کے بنچ نے سنجیونگر میڈیکل اینڈ ہیلتھ ایمپلائز کوآپریٹو سوسائٹی بنام محمد عبدالوہاب اور دیگر، (1996) 3 ایس سی سی 600 کے

سوال پر غور کیا ہے اور پیراگراف 12 میں اس طرح فیصلہ دیا ہے:

"اس کے علاوہ، جیسا کہ حقائق سے پتہ چلتا ہے، ایوارڈ 24.11.1980 پر کیا گیا تھا اور رٹ پٹیشن 9.8.1982 پر دائر کی گئی تھی۔ یہ تنازعہ میں نہیں ہے کہ معاوضہ ماتحت جج عدالت میں جمع کیا گیا تھا۔ اپیل کنندہ سوسائٹی کی طرف سے اس بات پر زور دیا جاتا ہے کہ زمین کا قبضہ اسے دے دیا گیا تھا اور زمین تقسیم کر کے اس کے اراکین کو مکانات کی تعمیر کے لیے الاٹ کر دی گئی تھی اور کچھ مکانات کی تعمیر اس تاریخ تک شروع کر دی گئی تھی جب رٹ پٹیشن دائر کی گئی تھی۔ یہ واضح ہوگا کہ اس کے اراکین کے درمیان جائیدادوں کی تقسیم اور ان کو متعلقہ پلاٹوں کی الاٹمنٹ کا سوال تب ہی پیدا ہوگا جب اراضی کے حصول کے افسر نے حاصل کردہ زمین پر قبضہ کر لیا ہو اور اسے اپیل کنندہ سوسائٹی کے حوالے کر دیا ہو۔ دفعہ 16 کے عمل میں آنے سے، زمین ریاست میں تمام رکاوٹوں سے پاک ہوگئی۔ ستندر پرساد جین بنام ریاست یوپی، (1993) 4 ایس سی سی 369 میں، سوال پیدا ہوا: کیا دفعہ (1) 4 کے تحت نوٹیفکیشن اور دفعہ 6 کے تحت اعلامیہ ختم ہو جاتا ہے اگر دفعہ 11-اے کے تحت تصور کردہ دو سال کے اندر ایوارڈ نہیں دیا جاتا ہے؟ تین ججوں کی بنچ نے فیصلہ دیا تھا کہ ایک بار قبضہ کر لیا گیا اور زمین حکومت کے حوالے کر دی گئی تو ریاست میں اس طرح کی زمین کا حق صرف معاوضے کے تعین اور مالک کو ادا کرنے سے مشروط ہے۔ حکومت کے پاس قانونی طور پر موجود زمین کا حق تقسیم کرنا اور اسے مالک کو واپس کرنا ایکٹ کے تحت زیر غور نہیں ہے۔ صرف دفعہ (1) 48 حصول سے دستبرداری کا اختیار دیتی ہے وہ بھی قبضہ کرنے سے پہلے۔ اس معاملے میں یہ سوال پیدا نہیں ہوا۔ حصول کے تحت جائیداد اپیل گزاروں کے پاس ہونے کی وجہ سے، ایکٹ کے تحت اپیل گزاروں کے لقب کو تقسیم کرنے کا کوئی اختیار نہ ہونے کی صورت میں، سوائے دفعہ (1) 48 کے تحت اختیارات کے استعمال کے، جائز حق کو شکست نہیں دی جا سکتی۔ دفعہ (1) 4 کے تحت نوٹیفکیشن کو کالعدم قرار دینے کے اختیار کا استعمال اور دفعہ 6 کے تحت اعلامیہ عدم مطابقت کا باعث بنے گا۔ لہذا، ان حالات میں عدالت عالیہ کو حصول میں مداخلت نہیں کرنی چاہیے تھی اور بالترتیب دفعہ 4 اور 6 کے تحت نوٹیفکیشن اور اعلامیے کو کالعدم قرار نہیں دینا چاہیے تھا۔ دونوں نقطہ نظر سے، ہمارا خیال ہے کہ عدالت عالیہ نے رٹ پٹیشن کی اجازت دینے میں غلطی کی تھی۔"

ستندر پرساد جین کے معاملے میں تین ججوں کی ایک اور بنچ نے فیصلہ دیا تھا کہ اگرچہ 1984 کے ترمیم ایکٹ 68 کے نافذ ہونے کے بعد دو سال کے اندر دفعہ 11-اے کے تحت فیصلہ نہیں دیا گیا تھا، لیکن حق ریاست کے پاس ہونے کی وجہ سے دفعہ (1) 4 کے تحت نوٹیفکیشن اور دفعہ 6 کے تحت اعلان ختم نہیں ہوتا

ہے اور قانونی توضیعات عدم تعمیل کا اثر حکومت کے پاس موجود زمین کے حق کو تمام رکاوٹوں سے آزاد کرنے پر نہیں پڑتا ہے۔

حال ہی میں میونسپل کارپوریشن آف گریٹر بمبئی بنام انڈسٹریل ڈویلپمنٹ اینڈ انویسٹمنٹ کمپنی میں اس عدالت کا ایک اور بینچ۔ (پی) لمیٹڈ، 1989 کے سی۔اے۔نمبر 282 نے 6 ستمبر 1996 کو فیصلہ کیا کہ پورے کیس کے قانون کی دوبارہ جانچ پڑتال کی گئی اور فیصلہ دیا کہ ایک بار زمین ریاست کے حوالے کر دی گئی۔ عدالت کو ایکٹ کی مناسب توضیعات تحت شائع کردہ نوٹیفکیشن میں مداخلت کرنا جائز نہیں تھا۔ نوٹیفکیشن کو چیلنج کرنے میں تاخیر مہلک تھی اور رٹ پٹیشن کو لاچ کی بنیاد پر برخاست کیا جاتا ہے۔اس طرح یہ اچھی طرح سے طے شدہ قانون ہے کہ جب رٹ پٹیشن دائر کرنے میں بے حد تاخیر ہوتی ہے اور جب حصول کی کارروائی میں اٹھائے گئے تمام اقدامات حتمی ہو جاتے ہیں تو عدالت کو نوٹیفکیشن کو کالعدم قرار دینے سے نفرت ہونی چاہیے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ عدالت عالیہ کے پاس آئین کے آرٹیکل 226 کے تحت صوابدیدی اختیارات ہیں کہ وہ دفعہ (1) 4 کے تحت نوٹیفکیشن اور دفعہ 6 کے تحت اعلامیے کو کالعدم قرار دے۔لیکن اس کا استعمال تمام متعلقہ عوامل کو عملی طور پر مدنظر رکھتے ہوئے کیا جانا چاہیے۔ جب ایوارڈ منظور کیا گیا اور قبضہ کر لیا گیا تو عدالت کو اس ایوارڈ کو منسوخ کرنے کے لیے اپنے اختیار کا استعمال نہیں کرنا چاہیے تھا جو کہ آرٹیکل 226 کے تحت اختیارات کا استعمال کرنے سے پہلے غور میں لیا جانے والا ایک مادی عنصر ہے۔ یہ حقیقت کہ اس معاملے میں کسی تیسرے فریق کے حقوق نہیں بنائے گئے تھے، شاید ہی مداخلت کی بنیاد ہے۔عدالت عالیہ کی ڈویژن بنچ نے رٹ پٹیشن یا لاچز کی بنیاد کو مسترد کرتے ہوئے فاضل واحد جج کی صوابدید میں مداخلت کرنا درست نہیں تھا۔ ریلائنس کو شری سچار نے ایم پی ہاؤسنگ بورڈ بنام محمد شفیع اور دیگر، (1992) 2 ایس سی سی 168 پر خاص پیراگراف 8 میں رکھا تھا، جس میں یہ قرار دیا گیا تھا کہ تقاضوں کی تعمیل لازمی ہے اور اس کی عدم تعمیل اس کے بعد کی تمام کارروائیوں کو غیر معمولی طور پر غیر قانونی بناتی ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اس کا اثر کیا ہوگا۔اس معاملے میں یہ سوال نہیں تھا، کیونکہ اس عدالت کی نوٹا کی شیشا رتنم بنا سب کلیکٹر، ایل اے، وجے واڑہ، (1992) 1 ایس سی سی 114 اے دو ججوں کی بنچ نے فیصلہ دیا تھا کہ اگر دفعہ 4 کے تقاضوں کی تعمیل نہیں کی جاتی ہے تو تمام کارروائی غلط ہو جاتی ہے اور قبضہ اپیل گزار کو دوبارہ فراہم کرنے کی ہدایت کی جاتی ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ اس میں تناسب صحیح طریقے سے مقرر نہیں کیا گیا ہے۔ یہ سوال کہ آیا لازمی توضیعات خلاف ورزی کارروائی کے نتیجے کو کالعدم یا کالعدم قرار دیتی ہے، ایچ ڈبلیو آر ویڈ (7 ویں ایڈیشن) نے صفحہ 342-43 پر "انتظامی قانون" میں کامیابی کے ساتھ غور کیا ہے:

"معاملے کی سچائی یہ ہے کہ عدالت کسی حکم کو صرف اس صورت میں کالعدم قرار دے گی جب صحیح شخص صحیح کارروائی اور حالات میں صحیح علاج طلب کرے۔ یہ حکم فرضی طور پر کالعدم ہوسکتا ہے، لیکن عدالت پلائنٹف کی حیثیت کی کمی کی وجہ سے اسے کالعدم قرار دینے سے انکار کرسکتی ہے، کیونکہ وہ صوابدیدی علاج کا حقدار نہیں ہے، کیونکہ اس نے اپنے حقوق معاف کر دیے ہیں، یا کسی اور قانونی وجہ سے۔ ایسی کسی بھی صورت میں 'کالعدم' حکم موثر رہتا ہے اور حقیقت میں درست ہے۔ اس کے بعد ایک حکم ایک مقصد کے لیے کالعدم اور دوسرے کے لیے درست ہوسکتا ہے؛ اور یہ کہ یہ ایک شخص کے خلاف کالعدم ہوسکتا ہے لیکن دوسرے کے خلاف درست ہوسکتا ہے۔ ایک عام معاملہ جہاں کوئی حکم، چاہے کتنا ہی کالعدم ہو، درست ہو جاتا ہے، وہ ہے جہاں ایک قانونی وقت کی حد ختم ہو جاتی ہے جس کے بعد اس کی صداقت پر سوال نہیں اٹھایا جا سکتا۔ قانون میں یہ نہیں کہا گیا ہے کہ کالعدم حکم درست ہوگا؛ لیکن قانونی علاج میں کٹوتی سے یہ نتیجہ نکلتا ہے۔"

حکم یا عمل، اگر اقتدار سے باہر ہے، تو یہ کالعدم ہو جاتا ہے اور یہ کوئی حق نہیں دیتا ہے۔ لیکن ضروری نہیں کہ تمام واقعات میں عمل کو بے کار کر دیا جائے۔ اگرچہ حکم کالعدم ہوسکتا ہے، اگر فریق معقول وقت کے اندر عدالت سے رجوع نہیں کرتا ہے، جو کہ ہمیشہ حقیقت کا سوال ہوتا ہے اور حکم کو کالعدم قرار دیا جاتا ہے یا تسلیم کیا جاتا ہے یا معاف کیا جاتا ہے، تو عدالت کی صوابدید کو معقول انداز میں استعمال کرنا پڑتا ہے۔ جب عدالت کو صوابدید دی گئی ہو، تو عدالت مناسب صورت میں راحت دینے سے انکار کرسکتی ہے، چاہے اس کا خیال ہو کہ حکم کالعدم تھا۔ خالص نتیجہ یہ ہے کہ ایسے حالات میں عدالت غیر معمولی دائرہ اختیار کا استعمال نہیں کیا جا سکتا ہے۔ یہ دیکھا گیا ہے کہ حصول حتمی ہوگیا ہے اور نہ صرف قبضہ پہلے ہی لے لیا گیا تھا بلکہ حوالہ بھی مانگا گیا تھا؛ معاوضے میں اضافہ کرنے والی دفعہ 26 کے تحت عدالت کا فیصلہ بھی قبول کر لیا گیا تھا۔ اپیلٹ عدالت کا حکم بھی حتمی ہو گیا تھا۔ ان حالات میں، حصول کی کارروائی حتمی ہوگئی تھی اور معاوضے کا تعین بھی حتمی ہو گیا تھا، عدالت عالیہ نے دفعہ (1)4 کے تحت نوٹیفکیشن اور دفعہ 6 کے تحت اعلامیے میں مداخلت کرنے اور اسے کالعدم قرار دینے میں انتہائی بلا جواز تھی۔

یہ سچ ہے کہ مدعا علیہ نے دفعہ (1)4 کے تحت نوٹیفکیشن کی تاریخ کو نوٹیفکیشن کی تاریخ سے 4 سے 5 سال تک منتقل کر کے معاوضہ قبول کرنے کی پیشکش کی تھی۔ اس نظریے کے لیے، شری ساچر نے اجین وکاس پردھیکرن بنام راج کمار جوہری اور دیگر (1992) 1 ایس سی سی 328 میں اس عدالت فیصلے پر انحصار کیا تھا جہاں اس عدالت نے معاوضے کے تعین کے لیے تاریخ کو منتقل کرنے کی اجازت دی تھی۔ اس معاملے میں چونکہ ایوارڈ منظور نہیں ہوا تھا، اس عدالت نے ہدایت دی تھی لیکن اس معاملے میں معاوضے کا تعین کرنے

والے ایوارڈ کو حتمی شکل مل گئی ہے۔ معاوضے کے تعین کے لیے تاریخ کو منتقل کرنے کا معاملہ نہیں ہے۔ اس طرح غور کیا جائے تو ہمارا خیال ہے کہ عدالت عالیہ نے دفعہ 4(1) اور 6 کے تحت نوٹیفکیشن اور اعلامیے میں مداخلت کرنا جائز نہیں تھا۔

اس کے مطابق اپیل کی اجازت ہے۔ عدالت عالیہ کا فیصلہ خارج کر دیا گیا ہے۔ رٹ پٹیشن مسترد کر دی جاتی ہے لیکن، حالات میں، بغیر کسی قیمت کے۔

جی۔ این۔

اپیل منظور کی جاتی ہے۔



Sheikh Javiad Alam
I am the author of this document

15.07.24